ہے کہ خود مصنف حافظ ابن حجر عسقلانی کے ہاتھ کا لکھا ہوا نسخہ ہے، جو دنیا میں کہیں ایسا نہ ملے گا۔ اسی طرح حافظ الدھر کی کتاب زوائد مسند البزار بھی اس کتب خانہ کی زیب ہے۔ علامہ خطیب بغدادی کی کتاب کتاب الفقیہ والمتفقہ کا بھی عمدہ خطی نسخہ اس میں پایا جاتا ہے۔

جس طرح حیدر آباد دکن والوں نے پیر جھنڈو کی علمی لائبریری سے چند نادر کتابوں کی نقلیں لیں تو اسی طرح مولانا پیر رشد اللہ صاحب مرحوم نے اپنے خاص مقربین سندھی علماء کو حیدر آباد دکن بھجوا کر دائرۃ المعارف کی علمی کتب خانہ سے چند نادر کتابوں کی نقلیں کروائیں ان سے علامہ اشبیلی کی نادر روزگار کتاب الاحکام الکبریٰ خاص طور پر ذکر کے قابل ہے یہ کتاب دو جلدوں پر مشتمل ہے اور خط متوسط ہے

اس علمی لاعلمی لائبریری کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ علماء سندھ کی اکثر مؤلفات سندھی فارسی اور عربی پر مشتمل ہے۔ مثلاً علامہ امام ابوالحسن سندھی وفات ۱۱۳۹ھ علمی دنیا میں بہت بڑے محدث مانے جاتے ہیں صحاح ستہ پر آپ کے علمی حواشی ہیں جن میں سے اکثر مصر سے چھپ چکے ہیں۔ مگر کچھ ایسی بھی کتابیں ہیں جو طباعت میں نہ آئی ہیں اور وہ دنیا کی دوسری لائبریریوں میں کم پائی جاتی ہیں۔ ایسی کتابیں بھی پیر جھنڈو کی علمی لائبریری میں موجود ہیں مثلاً سنن ابوداؤد کی شرح عربی وغیرہ مخدوم عبداللہ نری والہ بارہویں صدی میں کچھ کا بڑا عالم گزرا ہے۔ جنھوں نے بیسوں سندھی میں اسلام اور اخلاقیات پر کتابیں لکھی ہیں جو اکثر چھپ چکی ہیں، مگر ان میں سے ایک کتاب خزانۂ اعظم سندھی جس کو اگر ہم اسلامیات اور اخلاقیات کی سندھی انسائیکلوپیڈیا کہیں تو بجا ہے وہ اب تک مکمل طور پر اشاعت میں نہ آئی۔ اس کتاب کا مکمل قلمی نسخہ بہترین سندھی خط میں فل اسکیپ سائیز کے آٹھ ضخیم جلدوں میں پیر جھنڈو کی علمی لائبریری میں موجود ہے اسی طرح دوسرے بزرگان اور اعلام سندھ کی سندھی تالیفات بھی یہاں کافی مقدار میں پائی جاتی ہیں، خاص طور پر سندھ کے قدیم علماء کی تالیفات اچھی حالت میں یہاں موجود ہیں۔

مخدوم محمد ہاشم بارہویں صدی کے مجدد اور بڑے محدث اور فقیہ مانے جاتے ہیں، جن کے تلمذ کا سلسلہ عرب، عراق، شام، مصر اور دوسرے ممالک میں پایا جاتا ہے۔ ان کی عالمانہ تصنیفات بھی اکثر اس علمی لائبریری میں موجود ہیں جیسے بیاض ہاشمی حیات القاری باطراف البخاری، اتحاف الاکابر وغیرہ۔ اس طرح مخدوم محمد عابد سندھیؒ کی بھی اکثر مؤلفات اس علمی لائبریری کی زینت ہیں

مثلاً علمی دنیا کی شرح حدیث میں مشہور کتاب المواہب اللطیفہ شرح الامام ابی حنیفہ دو جلدوں میں۔ اس نسخہ کی خصوصیت یہ ہے کہ مصنف کے ہاتھ کا لکھا ہوا نسخہ ہے اور دنیا میں ایسا کہیں نہیں پایا جاتا۔ اس کتاب کو حنفی علماء نے حافظ ابن حجر کی شرح بخاری فتح الباری کے تکمرکی کتاب شمار کیا ہے۔ ایک دوسری اسی عالم کی تصنیف بلوغ المرام کی شرح ہے۔ جس کا ترکی کے سابق شیخ الاسلام علامہ کوثری نے بھی ذکر کیا ہے اس کا بہترین قلمی نسخہ اس لائبریری میں میں نے تیس سال پہلے مولانا دین محمد وفائی کی معیت میں دیکھا تھا۔ اب معلوم نہیں کہ یہ نایاب کوہر موجود ہے یا بے قدری کا شکار ہو کر تلف ہو گیا۔ شیخ محمد عابد کی ایک دوسری مشہور عالم کتاب حصر الشارد جو علم ثبت میں ہے اور اساتذہ کے اسماء پر مشتمل ہے اور طباعت میں نہیں آئی اس کا بھی خوش خط نادر نسخہ اس علمی کتب خانہ میں موجود ہے۔ اسی طرح سندھ کے دوسرے قدیم محدث قاضی محمد اکرم نصرپوری سندھی کی نایاب زمانہ کتاب امعان النظر کے دو نسخے اس لائبریری میں موجود ہیں۔ اور اس کا ایک ناقص نسخہ ازہر کی لائبریری میں بھی موجود ہے۔ یہ کتاب وزیر اعظم پاکستان اور مرکزی تعلیم کی امداد سے شاہ ولی اللہ اکیڈیمی کی طرف سے میری تحقیق کے ساتھ زیر طبع ہے۔

شاہ ولی اللہ رح

کی

تعلیم

(اردو)

از

پروفیسر غلام حسین جلبانی

(زیر طبع ہے۔)

ملنے کا پتہ: شاہ ولی اللہ اکیڈمی صدر حیدرآباد۔ سندھ

وفا راشدی ایم۔اے

سندھ کے عظیم صوفی شاعر

حضرت سچل سرمست رح

حضرت سچل سرمست وادئ مہران میں ضلع خیرپور کے ایک گاؤں "درازہ" میں ۱۱۵۲ھ مطابق ۱۷۳۹ء میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام صلاح الدین صاحبڈنی فاروقی تھا جن کا سلسلۂ نسب حضرت عمر فاروق رض سے جا ملتا ہے۔ سچل کے جد امجد فاتح سندھ محمد بن قاسم کے ہمراہ حجاز سے سندھ میں آئے۔ پہلے سہون شریف میں سکونت اختیار کی پھر ریاست خیرپور میں رس بس گئے اور وہیں پیوند خاک ہوئے۔

حضرت سچل سرمست رح کا اصل نام عبدالوہاب تھا۔ سچل، سچو، سچے ڈنہ سندھ میں اس شخص کو کہتے ہیں جو بے خوف و خطر حق گوئی کو اوصاف انسانی میں سے سب سے بڑا جوہر سمجھتا ہو اور اس پر خود عمل پیرا ہو) کی عرفیت سے مشہور تھے۔ فارسی میں آشکارا اور خدائی اور سندھی اور دیگر زبانوں میں سچل، سچل ڈنہ، سچو تخلص کرتے تھے۔

سچل سرمست رح کی ابتدائی تعلیم حافظ عبداللہ قریشی صدیقی کے آغوش فیض میں ہوئی۔ کمسنی میں قرآن مجید حفظ کیا اور علوم دین سے بہرہ ور ہوئے۔ جب چھ سال کی عمر میں ان کے والد ماجد کا سایہ سر سے اُٹھ گیا تو ان کے چچا خواجہ عبدالحق نے زیر عاطفت

وشفقت ان کی تعلیم کے فرائض انجام دیئے۔ سچل ان کی نگرانی میں نہ صرف فارسی و عربی تعلیم سے آراستہ ہوئے بلکہ علم تصوف و معرفت اور کائنات کے اسرار و رموز سے بھی واقف ہوئے۔ حضرت خواجہ عبدالحق ایک جید عالم دین اور صوفی منش بزرگ تھے سچل ان کی علمی شخصیت اور دینی عظمت سے خاص طور پر متاثر و مستفیض ہوئے۔ ان کے ہاتھ پر بیعت کی جس کا اعتراف انہوں نے اپنے اکثر اشعار میں اس طرح کیا ہے ؎

گر بگوئی شیوم واقف از آں اسرار راز | بس تو کن با صدق دل روئے بہ سو شہر دراز
ہست آنجا پیر عبدالحق عارفِ اولیاء | می کند آں سر وحدتش مسکیں نوانہ

شان و شوکت پیر ما بالا تر است | ہمچو او کس نیست در عالم علا
آشکارا خاک پائے پیر باش | تا شوی از دوستیش بادشاہ

سچل کا زمانہ کئی اعتبار سے بڑا مبارک اور اہم زمانہ تھا۔ حضرت شاہ عبداللطیف[1] بھٹائی رح (۱۶۹۰ء تا ۱۷۵۲ء) بقید حیات تھے۔ جب شاہ لطیف نے وفات پائی اسوقت سچل کی عمر تیرہ برس تھی۔ یہ وہ دور تھا جب فضائے سندھ شاہ صاحب جیسی عظیم المرتبت ہستی کے روحانی، علمی، ادبی فیضان سے معمور تھی۔ ہر سو شاہ صاحب کی حیات آفریں معرفت انگیز صداؤں سے قلوب انسانی منور و مسرور ہو رہے تھے۔ ایسے مبارک و متبرک زمانے میں سچل سرمست کا آغوش حیات میں آنکھیں کھولنا یقیناً نیک فال ثابت ہوا۔ ان کے کانوں میں اللہ اکبر کی آوازیں گونجیں۔ ہوش سنبھالا تو قرآن حکیم اور حدیث نبوی کے علاوہ صحیفۂ لطیف کے گہوارۂ تعلیمات و پیغامات میں اپنی فکر و دانش کی تہذیب و تدوین کی اور پاکیزہ زندگی کو اپنایا، روح کی پاکیزگی، دل کی صفائی اور قلب کی فراصت و بلندی نے سچل کی تعلیمات کو اجاگر و پائیدار کیا۔ ان کے افکار جمیل پر شاہ صاحب کا پرتو جا بجا ملتا ہے۔

حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی کے علاوہ سندھ کا گوشہ گوشہ حضرت شاہ لال شہباز

---

[1] حضرت شاہ لطیف کے بارے میں راقم کا ایک مضمون "الولی" بابت فروری، مارچ ۷۵ء میں شائع ہو چکا ہے اس کی روشنی میں زیر نظر مقالے کا مطالعہ مناسب ہوگا (و۔ ر)

قلندر رحمتہ اللہ علیہ کی روحانی کیفیتوں سے نور برسا رہا تھا ۔ سچل کو شاہ قلندرؒ سے بھی بے حد عقیدت تھی ۔ شاہ قلندر نے ان کی زندگی میں توحید ورسالت کے عشق کا رس گھول دیا تھا ۔ ان کو لال شہبانہ قلندر سے بے انتہا شیفتگی وارادت تھی ۔ اس کا ذکر یوں کیا ہے ۔ مصرع قلندر جوگی کیسے بین بجائے ۔

سچل سرمست نے ۱۴ رمضان المبارک ۱۲۴۲ھ (۱۸۲۷ء) میں رحلت فرمائی ۔ درازہ کا وہ مقام جو کبھی ان کا مولد ومسکن تھا وفات کے بعد مرکزِ روحانیت بن گیا ۔ آج ان کا مزار مقدس مرجع خاص وعام ہے ۔ حضرت فقیر بیدل نے ان کی وفات حسرت آیات سے متعلق کئی سندھی اور فارسی قطعات کہے جن میں سے ایک فارسی قطعہ نذرِ قارئین ہے[۵]

چوں سالک سچو زیں طلسم مجازہ — سوئے آشیاں رفت چوں شاہبازہ
زہے صاحب وجدٔ منصورِ وقت — کہ بے مثل بودہ بہ سفر و گدازہ
زہر دو جہاں دست شست آں کسے — کہ شد عزم راز آں عشق بازہ
چوں شد جان او عازم وصل اصل — شنید ارجعی با ہزار عز و نازہ
دلم جست سال وصالش زجان — بگفتند کہ دریائے ذخار رازہ

سچل سرمست نے سندھ میں دو حکومتوں کے عہدِ عروج وزوال دیکھے ۔ کلہوڑہ حکومت کا انجام اور دورِ تالپور کا آغاز ۔ سچل کی صوفیانہ زندگی ، بے مثل اخلاق و کردار اور شاعرانہ عظمت کے سب ہی قائل تھے ۔ میر رستم خاں سہراب خاں حاکم خیرپور ان کا بے حد معتقد تھا ۔ یہاں تک کہ اس نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی ۔ اس خاندان کے ایک رئیس میر علی مراد تالپور نے سچل کا پہلا فارسی مجموعہ کلام " دیوانِ آشکارہ " شائع کروایا ۔

سچل کا زمانہ شعر وادب کے اعتبار سے نہ صرف سندھ کے لئے بلکہ پورے برصغیر کے لئے ایک عہد زریں تھا ۔ اس لئے کہ یہاں سندھی ، سرائیکی ، اردو ، فارسی کے شعراء ، ادباء ، علماء ، فضلاء کے افکار وخیالات سے وادیٔ مہران مسرور ومسحور ہو رہی تھی وہاں شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ اور لال شہبانہ قلندرؒ جیسی عظیم شخصیتوں کے فیضانِ بے کراں سے قلوب منور وشاداں ہو رہے تھے ۔ میر محمد فاضل (معصوم شاہ مولف تاریخ معصومی

کے برادر خورد) سید محمود میر حفیظ الدین علی، محمد سعید رسر، محمد معین بیراگی، میر علی جعفر، سید حیدر الدین کامل، سید فضائل علی فائز ٹھٹھوی اور محسن الدین جیسے شعرائے کرام کی شمع ہائے فکر وفن سے فضائے سندھ تاباں و درخشاں تھی۔ یہ حضرات دکنی اردو میں شاعری کرتے تھے۔

سچل سرمست کی شاعری کا بیشتر حصہ سندھی، سرائیکی اور ملتانی زبانوں پہ مشتمل ہے۔ اس سے کم حصہ فارسی اور سب سے کم حصہ اردو کلام پہ محیط ہے۔ فارسی گوئی میں یدِطولیٰ رکھتے تھے اسی زبان میں شعر گوئی بڑی مہارت اور روانی کے ساتھ کرتے تھے۔ متعدد تصانیف فارسی ان کی غیر فانی یادگار میں سے ہیں۔ دیوانِ آشکار کے علاوہ رہبر نامہ، قتل نامہ، ساقی نامہ، فارسی نامہ، راز نامہ، گھڑنامہ، عشق نامہ، نور نامہ، وغیرہ فارسی مثنویاں ان کی اہم شعری تخلیقات ہیں۔

سچل کے تمام اردو اشعار دستیاب نہیں ہیں۔ بہت سے اشعار ضائع ہوگئے ہیں۔ ان کا کچھ کلام کافیوں کی شکل میں "سچل جو کلام" نامی کتاب مولفہ مرزا علی قلی بیگ برادر مرزا قلیچ بیگ میں ملتا ہے اور کوئی پچاس غزلیں بطور کافیاں "دیوانِ آشکار" مطبوعہ سندھی ادبی بورڈ حیدرآباد (سندھ) میں محفوظ ہیں۔ سچل کا اردو کلام کہیں میر تقی میر اور کہیں خواجہ میر درد کے رنگ میں ڈوبا ہوا ہے۔ میر اور درد ان کے ہمعصر تھے ان اساتذہ کا کلام سچل کی نظر سے گزرا یا نہیں سچل نے کبھی شمالی ہند کا سفر کیا یا نہیں۔ یہ بات وثوق سے نہیں کہی جا سکتی۔ محققین اسی بارے میں خاموش ہیں اور اب تک کوئی مستند مواد فراہم نہ کر سکے۔ بہرکیف یہ امر یقیناً قابلِ تحسین اور لائق توجہ ہے کہ سندھ کے ایک ایسے شاعر نے جس کی زندگی صوفیانہ طرز پہ گزری ہو، خالق و مخلوق عبادت و خدمت جس کا نصب العین ہو اور جو مختلف زبانوں میں معیاری شعر کہنے پہ دسترس رکھتا ہو جب اردو زبان میں طبع آزمائی کرتا ہے اپنے معاصرین سے کسی طرح پیچھے نہیں رہتا۔

سچل سرمست صوفی منش تھے۔ فلسفۂ تصوف کو محض ایک نظریے کے طور پہ نہیں بلکہ

جذبۂ حیات بنا کر اپنایا اور پیش کیا تھا۔ جس ماحول میں سچل نے پرورش پائی، تعلیم و تربیت سے آراستہ ہوئے وہ خالص اسلامی اور دینی ماحول تھا۔ شاہ عبداللطیف اور لال شہباز قلندر کی تعلیمات نے ان کے دل و دماغ پر گہرا اثر لیا تھا۔ وہ ان بزرگوں کے پیغامات سے خاص طور پر متاثر ہوئے۔ تلاشِ حق اور راہِ حق کے فلسفے کو شاہ لطیف نے اپنے رسالوں میں بڑی وضاحت و صراحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ شاہ صاحب کا کلام تو سراپا قرآن و حدیث کی تفسیر ہے اَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہِ کی تفسیر شاہ صاحب کا ایک شعر ہے جس کا ترجمہ یہ ہے ؎

جس کے لاکھوں دروازے اور کھڑکیاں ہیں
جس طرف نظر پھیرتا ہوں اس طرف خدا کا جلوہ ہے

اس نکتے کی مزید صراحت ان الفاظ میں فرماتے ہیں۔

معرفت حقیقی حاصل کرنے کے لئے بہت سے راستے ہیں
کوئی بھی راہ اس کا مشاہدہ کر سکتی ہے۔

شاہ صاحب نے "وحدت الوجود" کے سربستہ راز کو اپنے کلام میں سمو دیا اور "اناالحق" کی صدا شعر کی زبان میں یوں بلند کی ؎

عاشق چئوم ان تکی چئو معشوق
خالق چئوم خام تون مکی چئو مخلوق

شاہ لطیف کی عشق و عرفان سے لبریز آواز سچل کے قلب و دماغ میں رس بس گئی شاہ صاحب کے زمانے کے عوامل و کوائف اور گردوپیش کے تقاضوں نے سچل کے فکر و ذہن پر ایک فطری اثر ڈالا۔ سچل نے ارشادات لطیف پر عمل کیا اور جیسا کہ اوپر عرض کیا جا چکا ہے کہ مختلف راہوں سے گزر کر اپنے لئے ایک نئی راہ متعین کی۔ جہاں تک سندھی و سرائیکی شاعری کا تعلق ہے وہ تو شاہ صاحب کا کوئی دوسرا روپ ہے لیکن ان کا اردو کلام میر درد سے بہت ہم آہنگ ہے۔ زبان و بیان کے اعتبار سے سچل میر و درد سے قریب ہیں۔ ان کا اسلوب و طرز ادا وہی ہے جو درد کا ہے ـــ

خواجہ دردؔ کے رنگ میں یہ صوفیانہ اشعار ملاحظہ فرمائیے ؎

کروں میں کسکو بھلا اپنے حال سے آگاہ　　ترے ہی درد سے قصہ مرا تمام ہوا

جو اپنا سر پہچانے انا سرہ وہ انساں ہے　　بڑی ہے بات الفت کی وہ ہے مشکل نہ آساں ہے
وہی ظاہر وہی باطن وہی ہم تم کا بہانہ ہے　　نکل اس کفر اور اسلام کی حد سے یہ فرماں ہے

مری آنکھوں نے اے دلبر عجب اسرار دیکھا تھا　　مثال ابر اس خورشید کا انوار دیکھا تھا

ظاہر ہو یا باطن اندر ہو یا باہر　　سچلؔ سیر و تیرے ہر بات شکر اللہ کا

میں یا سبا رہوں خود کچھ بھی نہیں تفاوت　　سمجھا انا کے معنی دیگر کلام کیا ہے
تخلیق الحقیق ساری ہے یہ خدائی　　سچل ہے جب وہ مالک تو پھر غلام کیا ہے

حق پاک ہے حق پاک ہے حق خالقِ افلاک ہے　　کہ خرم و بیباک ہے کہ خود بخود غمناک ہے

شاہ لطیفؒ کی طرح حضرت سچلؒ نے بھی جا بجا اسی انداز میں حق کا پیغام دیا ہے "مُوتُوا قَبْلَ اَنْ تَمُوتُوا" میں جو درس حق دیا گیا ہے اس کی ترجمانی سچلؔ نے اپنے اشعار میں یوں کی ہے ؎

"مُوتُوا" میں بشارت کس عشق کی اشارت　　مرنے میں ہے صفائی پاؤگے تم حیاتی
ہو جا فنا بقا میں، اس حسن مہ لقا میں　　حق کی قسم تو حق ہے ان جا تو ذات ذاتی
اس شمع پہ پتنگے آئے ہیں کیا اُچھل کر　　ترسیں گے نہ وہ ہرگز جن کو ملے سماتی
منصور کا یہ قصہ معراج ہے سراسر　　سولی پہ دیکھ لے تو اثبات میں ثباتی
سمجھا سچل نے بیشک مجھ میں ہے حق سمایا　　جب سے ہے دل لگایا دوئی رہی ہے جاتی